بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم

افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر و برزخ کی حیات کے متعلق اہل السنت والجماعت کے عقیدہ کے کئی اجزاء ہیں:

1: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جیسی بھی وفات مقدر تھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وارد ہوئی۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی فرماتے ہیں حسب ہدایت تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاص کر سرور امام صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے۔

(لطائف قاسمی مجتبائی:ص4)

2: ان حضرات کے ابدانِ مقدسہ محفوظ ہیں۔ ان کو زمین کی مٹی نہیں کھاسکتی

3: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام دنیوی وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں جسد عنصری سے بتعلق روح زندہ ہیں

4: اسی تعلق کی وجہ سے وہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔

5: حضور صلی اللہ علیہ وسلم روضہ اقدس پہ پڑھا جانے والا درود و سلام خود سنتے ہیں، دور سے پڑھا جانے والا درود بذریعہ ملائکہ آپ کی خدمت میں پہنچایا جاتا ہے۔

فائدہ: اس حیات کے کئی نام ہیں:

- حیات دنیوی، جسمانی
- حیات حسی
- حیات روحانی
- حیات برزخی

ہم جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعد الوفات کو دنیوی جسمانی حیات کہتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عالم برزخ کی حیات اس دنیوی جسد اطہر کو حاصل ہے جو روضہ اطہر میں موجود ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ حیات طیبہ لجمیع الوجوہ اس دنیا والی حیات ہے۔

حیات حسی کا معنی یہ ہے کہ قبر و برزخ میں پیش آنے والے احوال کو یہی جسم محسوس کرتا ہے۔

حیات روحانی: کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں احوال اصالتاً روح پہ آتے ہیں نہ کہ جسم پہ۔

حیات برزخی میں علاقہ ظرفیت کا ہے، نوعیت کا نہیں، یعنی اس سے مراد حیات فی البرزخ ہے نہ یہ کہ حیات کی کوئی اپنی قسم برزخی ہے، اس اعتبار سے ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم برزخ میں ہی فائز الحیات سمجھتے ہیں،

یہ تفصیل اس لئے ضروری ہے کہ بزرگوں کے کلام میں جہاں جہاں "حیات برزخی" کے الفاظ ہیں وہاں علاقہ ظرفیت کا مراد ہے، یعنی حیات فی البرزخ اور حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موجودہ مبحث میں فریق مخالف جہاں حیات برزخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے، وہاں علاقہ نوعیت کا مراد لیتا ہے یعنی حیات دنیوی جسد میں نہ ہو بلکہ صرف کسی اور بدنِ برزخی میں ہو۔

دلائل اہل السنت والجماعت:

آیت نمبر 1:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔

(سورۃ البقرۃ:154)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو مردہ نہ کہو بلکہ انہیں ہ زندہ کہو، لیکن تمہیں ان کی زندگی کا احساس نہیں ہوتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ لَأَنْ أَحْلِفَ بِاللّٰهِ تِسْعًا إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ قَتْلًا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً وَذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اتَّخَذَهُ نَبِيًّا وَجَعَلَهُ شَهِيدًا

مسند احمد حدیث نمبر 3617، المستدرک 4394

مستدلین:

- حافظ ابن حجر عسقلانی (م852ھ) لکھتے ہیں:

وإذا ثبت أنهم أحياء من حيث النقل فإنه يقويه من حيث النظر كون الشهداء أحياء بنص القرآن والأنبياء أفضل من الشهداء۔

(فتح الباری: ج6 ص595 باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم)

ترجمہ: جب نقلی دلائل سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہے تو عقلی دلائل بھی اس کی تائید کرتے ہیں (وہ اس طرح) کہ شہداء نص قرآن کے رو سے زندہ ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں (تو ان کو حیات بطریق اولیٰ حاصل ہو گی)

- قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م1225ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

والحق عندی عدم اختصاصها بهم بل حيوة الأنبياء أقوى منهم وأشد ظهورا اثارها في الخارج حتى لا يجوز النكاح بأزواج النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاته بخلاف الشهيد۔ (تفسیر مظہری: ج1 ص152)

ترجمہ: میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ یہ حیات صرف شہداء کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں یہ حیات ان سے زیادہ قوی ہے جس کا اثر خارج میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نکاح جائز نہیں لیکن شہید کی بیوہ سے نکاح جائز ہوتا ہے۔

- حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م1362ھ) فرماتے ہیں:

”اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا، پس اس حیات میں قوی تر حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں۔“

(بیان القرآن: ج1 ص97، معارف القرآن: ج1 ص397)

آیت نمبر 2:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ

(سورۃ آل عمران:169)

ترجمہ: جولوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے۔

- اس آیت کی تفسیر میں امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی (م902ھ) لکھتے ہیں:

ومن ادلة ذلك ايضاً قوله تعالىٰ: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ فان الشهادة حاصلة له صلى الله عليه وسلم على اتم الوجوه لانه شهيد الشهداء، وقد صرح ابن عباس وابن مسعود وغيرهما رضى الله عنهم بأنه صلى الله عليه وسلم مات شهيداً

(القول البدیع: ص173 تحت العنوان: رسول اللہ حی علی الدوام)

ترجمہ: اور (حیاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کامل طور پر حاصل ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہیدوں کے سردار ہیں اور حضرت ابن عباس اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کی موت عطا ہوئی ہے۔

- سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی ت1379ھ فرماتے ہیں:

یہ یقینی ہے کہ مرنے کے بعد زندگی ضرور ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس عالم کی زندگی کے مختلف مدارج ہیں: ایک انبیاء کی زندگی ہے ایک وہ زندگی ہے جو شہداء کو حاصل ہے ایک وہ زندگی ہے جو علماء کو حاصل ہے ایک وہ زندگی ہے جو حافظ قرآن کو حاصل ہے اسی طرح درجہ بدرجہ ہے۔ انبیاء کی زندگی اتنی قوی ہے کہ اس کا اثر اس عالم میں بھی پایا جاتا ہے مثلاً ان کی بیویوں سے نہ کرنا، ان کے ورثہ کا تقسیم نہ ہونا، ان کے جسم کا قبر میں محفوظ رہنا (ان کی ارواح کا جسم کے ساتھ قائم رہنا) قبر پر جاکر سلام کرنے والے کے سلام کو سننا اور اس کا جواب دینا۔۔۔الخ

تفسیر کشف الرحمان: سورۃ آل عمران آیت 169

آیت نمبر 3:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ

(الانفال 33)

- اس آیت کی تفسیر میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہے گا کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک کے لیے ہے نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی زندہ ہیں گو اس زندگی کی صورت سابق زندگی سے مختلف ہے اور یہ بحث لغو اور فضول ہے کہ ان دونوں زندگیوں میں فرق کیا ہے۔۔۔۔ خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے روضہ میں زندہ ہونا اور آپ کی رسالت کا قیامت تک رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ قیامت تک دنیا میں ہیں اس لیے یہ امت قیامت تک عذاب سے مامون رہے گی۔

معارف القرآن ج4 ص225

آیت نمبر 4:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ○ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ○

(سورۃ الحجرات:2،3)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لیے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی۔

- مفسر قرآن مولانا محمد مالک کاندھلوی (م1409ھ) فرماتے ہیں:

احادیث میں ہے کہ ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد میں دو شخصوں کی آواز سنی تو ان کو تنبیہ فرمائی اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے ہو؟ معلوم ہوا کہ یہ اہل طائف ہیں۔ تو فرمایا: اگر یہاں مدینے کے باشندے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا (افسوس کی بات ہے) تم اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ اس حدیث سے علماءِ امت نے یہ حکم اخذ فرمایا ہے کہ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام آپ کی حیات مبارکہ میں تھا، اسی طرح کا احترام و توقیر اب بھی لازم ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں حیؔ (زندہ) ہیں۔ (معارف القرآن تکملہ ج:7 ص487)

احادیث مبارکہ

حدیث نمبر 1:

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ۔

(مسند ابی یعلی الموصلی: ص658 رقم الحدیث 3425 من حدیث انس بن مالک، مسند ابی یعلی الموصلی: ج3 ص379 بتحقیق ارشاد الحق الاثری غیر مقلد رقم الحدیث 3412، حیات الانبیاء للبیہقی: ص70، الخصائص الکبریٰ للسیوطی: ج2 ص490 باب حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الخ، شفاء السقام للسبکی: ص391 الفصل الاول فیما ورد فی حیاۃ الانبیاء)

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

- علامہ علی بن ابو بکر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م807ھ) مجمع الزوائد ج8 ص386 باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، رقم الحدیث 13812 کے تحت فرماتے ہیں:

✪ رجال أبي يعلى ثقات

ترجمہ: امام ابو یعلی کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

- حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (م852ھ) فتح الباری ج6 ص 595 کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم کے تحت فرماتے ہیں:

✪ وصححه البيهقي۔

ترجمہ: اس حدیث کو امام بیہقی سے صحیح قرار دیا ہے۔

- علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م911ھ) وفاء الوفاء ج4 ص1352 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ کے تحت فرماتے ہیں:

✪ ورواہ ابو یعلی برجال ثقات ورواہ البیہقی وصححہ

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ نے ثقہ راویوں کی سند سے روایت کیا ہے، امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کر کے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

- ملا علی قاری حنفی (م1014ھ) شارح مشکوٰۃ اپنی کتاب مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج3 ص415 باب الجمعۃ کے تحت فرماتے ہیں:

✪ صح خبر الانبیاء احیاء فی قبورھم۔

ترجمہ: حدیث ”الانبیاء احیاء فی قبورھم“ صحیح ہے۔

- علامہ عبد الرؤف مناوی رحمۃ اللہ علیہ (م1031ھ) فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ج3 ص239 رقم الحدیث 3089 کے تحت فرماتے ہیں:

✪ وھو حدیث صحیح.

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

- شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی (م1052ھ) مدارج النبوۃ: ج2 ص527 مترجم عنوان: حیاۃ الانبیاء علیہم السلام کے تحت فرماتے ہیں:

✪ ابو یعلیٰ ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: الانبیاء احیاء فی قبورھم۔ (الحدیث) تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

- علامہ علی بن احمد بن نور الدین عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م1070ھ) السراج المنیر شرح الجامع الصغیر: ج2 ص134 فرماتے ہیں:

✪ وھو حدیث صحیح

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

- علامہ محمد انور شاہ کشمیری حنفی (م1352ھ) فیض الباری: ج2 ص64 باب رفع الصوت فی المسجد میں اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر کی تصحیح کو نقل فرما کر اس پر اعتماد فرمایا ہے۔
- شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی (م1369ھ) نے فتح الملہم: ج1 ص329 باب الاسراء برسول اللہ و فرض الصلاۃ الخ میں اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔
- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ کاندھلوی حنفی (م1402ھ) فضائل درود شریف: ص67 دوسری فصل، میں حدیث نمبر 3 کے تحت فرماتے ہیں:

✪ ”اور یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، صحیح ہے۔“

- ہمارے استاذ محترم شیخ التفسیر و الحدیث حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ حنفی (م1430ھ) تسکین الصدور ص222 میں فرماتے ہیں:

✪ امام ابو یعلیٰ کے طریق سے جو روایت ہے اس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں اور جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ اس کی تصحیح کرتے ہیں، کسی

حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اصول حدیث میں اس سے زیادہ قوی دلائل موجود نہیں ہیں کہ اس کے راوی سب ثقہ ہوں اور جمہور محدثین کرام اس کی تصحیح پر متفق ہوں۔

چند سوالات

سوال نمبر1:

اس حدیث سے موت کے بعد قیامت سے پہلے قبر اور برزخ میں حیات ثابت ہوتی ہے جو کہ قرآن مجید کی آیات کے خلاف ہے

1:"ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون" کے مطابق قیامت سے پہلے حیات نہیں ہوتی چنانچہ تبعثون کی تفسیر کرتے ہوئے امام نسفی فرماتے ہیں

"تحیون للجزاء"

2:سورۃ مریم کی آیت "والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا" اکی تفسیر میں امام قرطبی فرماتے ہیں "فی الدنیا حیا وفی القبر میتا"

جواب:

پہلی آیت:

موت کے بعد قیامت سے پہلے قبر اور برزخ میں جو حیات ملتی ہے یہ حیات ظاہری نہیں بلکہ خفی ہوتی ہے اور یہ حیات کلی بھی نہیں ہوتی نظر آنے والی اور کلی حیات قیامت کے دن ملے گی سلطان المحدثین ملا علی قاری الحنفی ت 1015ھ فرماتے ہیں

واعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ یخلق فی المیت نوع حیوۃ فی القبر قدر مایتألم ویتلذذ

شرح الفقہ الاکبر ص121

اور قیامت سے پہلے قبر میں حیات کا ملنا قرآن کریم سے ثابت ہے چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ

[ابراھیم27]

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کو دنیا کی زندگی میں اور موت کے بعد قبر میں بھی کلمہ طیبہ پہ ثابت قدمی عطا فرماتے ہیں اور ظالم لوگوں کو اللہ تعالیٰ {ان کے اعمال کی وجہ سے} سیدھے راستہ سے بھٹکا دیتا ہے اور اللہ (اپنی حکمت کے مطابق) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تفسیر:

وأخرج البزار عن عائشة قالت: قلت یارسول اللہ تبتلی ھذہ الأمة فی قبورھا فکیف بی وأنا امرأة ضعیفة قال یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاة الدنیا وفی الآخرة

[الدر المنثور ج8 ص525]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ اس امت کو قبروں میں آزمایا جائے گا میری کیا حالت ہوگی میں تو کمزور سی عورت ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ"

اکثر مفسرین نے اس آیت کے تحت مرفوع اور موقوف احادیث نقل کرکے اعادہ و تعلق روح کو ذکر کیا ہے جس سے قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے سوال میں چونکہ امام نسفی کی تفسیر مدارک کا حوالہ دیا گیا ہے اس لئے ہم صرف امام نسفی کی تفسیر مدارک کی عبارت ذکر کئے دیتے ہیں۔

الجمهور على أن المراد به في القبر بتلقين الجواب وتمكين الصواب فعن البراء أن رسول الله صلى الله عليه وسلّم ذكر قبض روح المؤمن فقال " ثم تعاد روحه في جسده"

تفسیر مدارک ج1ص452

ترجمہ: جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں آخرت سے مراد قبر میں جواب کی تلقین اور کلمہ طیبہ پہ ثابت قدمی ہے چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات مومن کی روح کے قبض ہونے کا تذکرہ فرمایا اس میں یہ بھی فرمایا کہ پھر اس کے جسم میں اس کی روح کو لوٹا دیا جاتا ہے۔

دوسری آیت:

اس آیت {وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا} میں "اُبْعَثُ" کی ضمیر مستتر "انا" ذوالحال ہے اور "حَیًّا" حال ہے۔ پہلے حال و ذوالحال کے متعلق ایک قاعدہ سمجھ لیں تاکہ آیت کا مطلب سمجھنا آسان ہو جائے:

قاعدہ یہ ہے کہ حال کا زمانہ اور فعلِ ذوالحال کا زمانہ ایک ہوتا ہے۔ مثلاً ایک جملہ ہے: جَاءَنِيْ زَيْدٌ رَاكِبًا. اس مثال میں "زید" ذوالحال ہے، "مجیئت" فعل ہے اور "رَاكِبًا" حال ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ زید کے راکب (سوار ہونے) اور اس کے فعل مجیئت (آنے) کا زمانہ ایک ہے۔ یعنی جس وقت زید آ رہا تھا اس وقت سوار تھا۔ اس سے پہلے سوار تھا یا پیدل تھا اس بات کی وضاحت سے یہ جملہ خاموش ہے۔

اس اصول کی روشنی میں آیت کا معنی سمجھیں۔ آیت ہے:

{وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا} اس میں "اُبْعَثُ" کی ضمیر "انا" ذوالحال ہے، "بعث" فعل ہے اور "حیا" حال ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حیی (زندہ) ہونے اور ان کے فعل بعث (یعنی اٹھنے) کا زمانہ ایک ہے۔ یعنی جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھ رہے ہوں گے اس وقت "حیی" ہوں گے۔ اس سے پہلے "حیی" ہوں گے یا "میت" اس بات کی وضاحت سے یہ آیت خاموش ہے۔

فریقِ مخالف کا استدلال تو اس وقت درست ہو گا جب یہ ثابت ہو کہ اٹھنے سے پہلے "میت" ہوں اور وہ ثابت نہیں.... لہذا فریقِ مخالف کا اس آیت سے استدلال باطل ہے۔

رہی بات امام قرطبی کی تفسیر "فی القبر میتا" کی اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام دنیا کے اعتبار سے قبر میں میت ہوں گے اس لئے کہ قبر میں حیات تو ہوتی ہے لیکن نظر آنے اور محسوس ہونے والی حیات نہیں ہوتی۔ اس سے مطلق حیات کی نفی کرنا "توجیہ القول بمالا یرضیٰ بہ القائل" کا مصداق ہے اس لئے کہ امام قرطبی کی اسی تفسیر الجامع لاحکام القرآن اور التذکرہ فی احوال الموتیٰ وامور الآخرۃ میں کئی عبارت ایسی موجود ہیں جن سے قبر میں اعادہ روح، سوال وجواب، سماع وغیرہ ثابت ہوتا ہے صرف ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں جس سے امام قرطبی کا عقیدہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

الإيمان بعذاب القبر و فتنته واجب و التصديق به لازم حسب ما أخبر به الصادق و أن الله تعالى يحيى العبد المكلف في قبره برد الحياة إليه و يجعله من العقل في مثل الوصف الذى عاش عليه ليعقل ما يسأل عنه و ما يجيب به و يفهم ما أتاه من ربه و ما أعد له في قبره من كرامة أو هوان و بهذا نطقت الأخبار عن النبى المختار صلى الله عليه و سلم و على آله آناء الليل و أطراف النهار و هذا مذهب أهل السنة و الذى عليه الجماعة من أهل الملة و لم تفهم الصحابة الذين نزل القرآن بلسانهم و لغتهم من نبيهم عليه السلام غير ما ذكرنا و كذلك

التابعون بعدھم إلی ھلم جرا

التذکرۃ ج1ص137عنوان الرد علی الملحدۃ

وضاحت: قبر کے ثواب وعذاب کو ماننا واجب اور حضور علیہ السلام کی بتائی ہوئی تصریحات کے مطابق قبر کے احوال کی تصدیق کرنا ضروری ہے بیشک اللہ تعالیٰ مکلف آدمی کی طرف روح لوٹا کے قبر میں حیات عطا فرماتے ہیں {ہم نے رد حیات کا معنی اعادہ روح امام قرطبی کی دیگر عبارات کی روشنی میں کیا ہے} اور انسان جس حالت میں دنیا کی زندگی گزار کے جاتا ہے اللہ تعالی اسی کے مطابق قبر میں اسے عقل عطا فرماتے ہیں تاکہ اپنے رب کی طرف سے آنے والے ملائکہ کے سوال وجواب کو سمجھے اور جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے قبر میں عزت وذلت {ثواب وعذاب} تیار کی ہے اسے سمجھے اس عقیدہ پہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث موجود ہیں اور اہل السنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا اور جنہوں نے قرآن براہ راست رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھا انہوں نے بھی قرآن وصاحب قرآن سے یہی عقیدہ سمجھا اسی طرح تابعین سے لیکر ہمارے دور تک اسلاف کا بھی یہی عقیدہ رہا ہے

اس کے بعد امام قرطبی نے احادیث ذکر کرکے قبر کی حیات ثابت کی ہے ان میں حضرت براء بن عازب کی مشہور حدیث "فتعاد روحه فی جسده " بھی شامل ہے۔ معلوم ہوا آپ کا موت کے بعد حیات سے متعلق وہی عقیدہ ہے جو اہل السنت والجماعت کا ہے ان کی صرف ایک عبارت کو دیکھ کر ان کی طرف غلط عقیدہ منسوب کرنا اہل علم کا شیوہ نہیں۔

سوال نمبر2:

اس حدیث میں وفات کے بعد قبر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ قرآن مجید میں موت تک عبادت کا حکم ہے "واعبد ربك حتی یاتیك الیقین "

جواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عبادت کی دو قسمیں ہیں

1: عبادت تکلیفی؛ جس کے کرنے کا انسان کو حکم ہو اور وہ عبادت بندہ اپنے اختیار سے کرے اور جس کے کرنے پہ ثواب نہ کرنے پہ گناہ ہو جیسے پانچ وقت کی نماز، رمضان کے روزے اور صاحب نصاب پہ زکوٰۃ وحج وغیرہ

2: عبادت تلذذی؛ جس کے کرنے کا حکم نہ ہو انسان اس کا مکلف نہ ہو اور نہ ہی اس کرنے پہ ثواب اور ترک پہ گناہ ہو بلکہ وہ صرف لذت اور مزے کے لئے کی جائے۔

موت تک کی جانے والی عبادت عبادت تکلیفی ہوتی ہے جبکہ موت کے بعد کی جانے والی عبادت عبادت تلذذی ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں عبادت تکلیفی کا ذکر ہے جبکہ حدیث پاک میں عبادت تلذذی کا۔

اور یہ عبادت تلذذی صرف قبر میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی ہوگی جس میں اہل جنت اللہ کی تعریف کریں گے توحید بیان کریں ایک دوسرے کو سلام کریں گے وغیرہ

وکیل حنفیت علامہ بدرالدین عینی ت 855ھ حدیث پاک جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا مذکور ہے اس پہ سوال وجواب ذکر کرکے یہی عقدہ حل فرماتے ہیں

فان قلت ما الداعی الی عبادتهم بعد الموت وموضع العبادة دار الدنیا قلت حببت الیهم العبادة فهم متعبدون بما یجدونه من دواعی انفسهم لا بما یلزمون به

(عمدۃ القاری شرح بخاری باب التلبیہ اذا انحدر فی الوادی)

مفہوم عبارت: اگر کوئی سائل سوال کرے کہ انبیاء موت کے بعد عبادت کیسے کرتے ہیں جبکہ عبادت کی جگہ تو دنیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ عبادت کو انبیاء کی پسندیدہ چیز بنادیا جاتا ہے تو موت کے بعد وہ قلبی لذت کے لئے عبادت کرتے ہیں نہ کہ مکلف ہونے کی وجہ سے۔

حکیم الامت مولنا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ یہ حدیث پاک نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "یہ تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے"

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص220 فصل نمبر 28

سوال نمبر3:

یہ روایت صحاح ستہ میں موجود نہیں اگر صحیح ہوتی تو ائمہ صحاح اسے نقل فرماتے

جواب:

حدیث پاک کو لینے کے لئے اس میں شرائط قبولیت کا پایا جانا ضروری ہے کسی خاص کتاب میں ہونا ضروری نہیں

اگر اس سوال کی بنیاد دیانت ہے تو ایسی روایات صحاح ستہ میں بھی موجود ہیں جن سے قبر کی حیات اور بعض سے قبر میں عبادت بھی ثابت ہوتی ہے، ان میں سے بعض کا تذکرہ آگے آرہا ہے۔

سوال نمبر4:

اس روایت کو چوتھی صدی کے بزرگ ابو یعلی موصلی نقل کررہے ہیں جو کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں جن کے بارے میں مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے اپنی کتاب راہ سنت ص165 پر تحریر کیا کہ اس طبقہ کی روایات سے عقیدہ اور عمل ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

جواب:

میرے استاذ محترم امام اہل السنت شیخ التفسیر والحدیث مولنا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی مکمل عبارات کو اگر دیکھا جائے تو یہ اشکال جڑ سے ہی ختم ہو جاتا ہے حضرت کی چند تصریحات ملاحظہ فرمائیں

1: ایک جگہ اہل بدعت کی تردید میں فرماتے ہیں "یہ روایتیں کتب حدیث کے اس طبقہ کی ہیں جن میں بجز باسند اور صحیح احادیث کے جن پر امت کا تعامل ہے اکثر احادیث کو محدثین ہرگز قبول نہیں کرتے نہ عقیدہ میں اور نہ عمل میں۔

راہ سنت ص173

2: دوسری جگہ اس طبقہ کی کتب میں مروی روایات کے بارے فرماتے ہیں "ہاں اگر اصول حدیث کے رو سے اس طبقہ کی کوئی حدیث سندا صحیح ثابت ہو تو اس کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔

گلدستہ توحید ص144

اور حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون سند کے اعتبار سے صحیح ہے جیسا کہ آگے تفصیل آرہی ہے

3: تیسری جگہ فرماتے ہیں "نوٹ: اگر ان مذکورہ کتب میں کوئی ایسی روایت ہو جو سندا صحیح ہو اور قران کریم اور صحیح احادیث سے متعارض نہ ہو اور علی الخصوص جب کہ اکثر امت اور جمہور اہل اسلام کا اس پر تعامل بھی ہو تو اس کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہے اور نہ یہ بات محل نزاع ہے اس لیے خلط مبحث کا شکار نہ ہوں اور نہ جاہل متعصب معترضین کی طرف توجہ کریں۔

دل کا سرور ص175

ہماری پیش کردہ حدیث بھی صحیح ہے اور قرآن کے مطابق ہے اور اس عقیدہ پہ امت کا اجماع بھی ہے لہٰذا بقول امام اہل السنت کے اس حدیث کی

صحت میں کوئی کلام نہیں۔

سوال نمبر5:

اس حدیث کی سند میں رواۃ مجروح اور ضعیف ہیں ایک راوی ازرق بن علی دوسرا راوی مستلم بن سعید جو انتہائی وھم کا مریض تھا۔

جواب:

اس حدیث کو حضرات محدثین کی ایک جماعت نے اپنی کتب میں نقل کیا اور اس کی تصحیح فرمائی ہے کما مرّ
اس روایت کی تصحیح کا مطلب اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اگر یہ راوی اتنے کمزور اور مجروح ہوتے تو ائمہ محدثین اس حدیث کو صحیح نہ فرماتے اور ویسے بھی ان دونوں راویوں کی توثیق ائمہ جرح وتعدیل نے کی ہے

چنانچہ پہلے راوی ازرق بن علی کے بارے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں "ذکرہ ابن حبان فی الثقات"

تھذیب التھذیب ج1ص200

اور خود حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسکو صدوق لکھا ہے۔

تقریب التہذیب ص21

معلوم ہوتا ہے یہ ازرق بن علی ثقہ راوی۔

دوسرے راوی مستلم بن سعید ہیں

ان کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں "شیخ ثقة" اور امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں "صویلح" امام نسائی فرماتے ہیں "لاباس بہ"

اورامام ابن حبان انکو ثقات میں لکھتے ہیں

(تھذیب التھذیب جلد10 صفحہ 104)

لہٰذا یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

سوال نمبر6:

اس حدیث کو امام ذھبی نے میزان الاعتدال میں منکر قرار دیا ہے۔

جواب:

پہلے امام ذہبی کی عبارت دیکھیں تاکہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو آپ فرماتے ہیں

حجاج بن الأسود عن ثابت البنانی نکرۃ ما روی عنہ فیما أعلم سوی مستلم بن سعید فأتی بخبر منکر عنہ عن أنس فی أن الأنبیاء أحیاء فی قبورھم یصلون رواہ البیہقی

میزان الاعتدال ج2ص199.200

اس اعتراض کی تین شقیں ہیں

1: حجاج مجھول الحال ہے مطلب اس کی توثیق منقول نہیں 2: حجاج مجھول العین ہے اس لئے کہ ان کا شاگرد صرف مستلم بن سعید ہے 3: ان دونوں کا نتیجہ روایت منکر ہے۔ اب ہر ایک شق کا جواب ملاحظہ فرمائیں

شق نمبر1:

حافظ ابن حجر عسقلانی امام ذہبی کے اعتراض نقل کر کے فرماتے ہیں" قال أحمد ثقة ورجل صالح وقال بن معین ثقة وقال أبو حاتم صالح الحدیث وذکرہ بن حبان في الثقات"

لسان المیزان ترجمہ حجاج بن اسود

یعنی امام احمد حجاج کو ثقہ اور نیک آدمی کہتے ہیں امام یحی بن معین ثقہ کہتے ہیں امام ابو حاتم ان کو صالح الحدیث کہتے ہیں اور امام ابن حبان ان کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔ بلکہ خود امام ذہبی سے بھی حجاج کی توثیق منقول ہیں"قال الذهبي حجاج ثقة "

(تلخیص علی المستدرک ج4ص472)

توجب ائمہ جرح وتعدیل سے ان کی توثیق مل گئی تو پھر وہ نکرہ یا مجھول کیسے رہے؟

شق نمبر2:

حافظ ابن حجر عسقلانی اس دوسری شق کے بارے فرماتے ہیں" روی عن ثابت وجابر بن زيد وأبي نضرة وجماعة وعنه جرير بن حازم وحماد بن سلمة وروح بن عبادة وآخرون "

لسان المیزان ترجمہ حجاج بن اسود

یعنی حجاج کے اساتذہ میں ثابت بنانی، جابر بن زید، ابو نضرہ اور محدثین کی ایک جماعت شامل ہیں جبکہ اس کے شاگردوں میں مستلم کے علاوہ جریر بن حازم، حماد بن سلمہ، روح بن عبادہ اور دیگر حضرات شامل ہیں۔ جب حجاج سے روایت نقل کرنے والے مستلم بن سعید کے علاوہ اور روات بھی ہیں تو امام ذہبی کا یہ گمان بھی محض وہم بن گیا کہ اس سے نقل کرنے والے صرف ایک راوی مستلم بن سعید ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کے اس وضاحت کے بعد حجاج بن اسود نہ تو مجھول العین رہا نہ ہی مجھول الحال لہذا امام ذہبی کا اعتراض ختم ہو گیا۔

شق نمبر3:

یہ شق پہلی دو شقوں کا نتیجہ ہے جب توثیق اور شاگرد مل گئے تو تیسری شق "روایت منکر ہے" والی خود بخود ختم ہو گئی۔ نیز اصول حدیث کی رو سے حدیث منکر وہ ہوتی ہے جس میں کوئی ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے اس تعریف کے اعتبار سے یہ روایت ہرگز منکر نہیں کیونکہ حجاج بن اسود ثقہ ہے ضعیف نہیں اور انہوں نے کسی ثقہ کے مخالف روایت بھی بیان نہیں کی تو اب ان کی روایت اصول حدیث کی روشنی میں منکر کیسے ہو سکتی ہے؟اس لئے کہ کسی ثقہ راوی تو کجا ضعیف سے ضعیف راوی سے بھی ایسی روایت منقول نہیں جس کا یہ مضمون ہو کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ نہیں نماز نہیں پڑھتے۔

نوٹ:

امام ذہبی اور کا اپنا عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے فرماتے ہیں

والنبي صلى الله عليه وسلم فمفارق لسائر أمته في ذلك، فلا يبلى، ولا تأكل الارض جسده، ولا يتغير ريحه، بل هو الآن، وما زال أطيب ريحا من المسك، وهو حي في لحده حياة مثله في البرزخ، التي هي أكمل من حياة سائر النبيين، وحياتهم بلا ريب أتم وأشرف من حياة الشهداء الذين هم بنص الكتاب (أحياء عند ربهم يرزقون) [آل عمران: 169]

سیر اعلام النبلاء ترجمہ وکیع بن الجراح

یعنی وفات کے بعد قبر اور برزخ میں نبی علیہ السلام کے احوال اور امت کے احوال میں فرق ہے نبی علیہ السلام کا جسد اطہر محفوظ رہتا ہے اسے زمین کی مٹی نہیں کھا سکتی آپ کے جسد اطہر کی خوشبو برقرار رہتی ہے وہ اب بھی مشک وعنبر سے زیادہ معطر ہے اور حضور علیہ السلام اپنی لحد وبرزخ میں

اس طرح زندہ ہیں کہ آپ کی حیات تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات سے اکمل ہے اور بلاشک وشبہ آپ کی حیات شہداء کی اس حیات سے بھی زیادہ کامل واعلیٰ ہے جس پہ نص قرآنی موجود ہے

سوال نمبر7:

رواۃ سے قطع نظر کہ ان پر جرح ہے یہ روایت زیادہ سے زیادہ خبر واحد درجے کی بن سکے گی اور عقیدے میں خبر واحد کو پیش کرنا جہالت ہے یا علمی خیانت. اس لئے کہ عقیدہ قطعی ھوتا ہے اور اس کے اثبات کے لئے دلیل بھی قطعی ھونی چاہئے. اور قطعیہ دلائل تین قسم کے ہیں. قرآن کی واضح غیر محتمل آیات. حدیث متواترہ. اجماع صحابہ بسند صحیح.

جواب نمبر1

روات پہ ہونے والی جرح کا جواب اوپر آچکا ہے ہم محدثین سے اس حدیث کی صحت ثابت کر چکے ہیں

رہی بات دلائل اور عقائد کی اقسام کی اس بارے علامہ عبد العزیز پرھاڑوی رحمہ اللہ ت 1239ھ فرماتے ہیں "ان المسائل الاعتقادیة قسمان احدهما مایکون المطلوب فیه الیقین۔۔۔وثانیهما مایکتفی فیها بالظن۔۔۔والاکتفاء بالدلیل الظنی انما لایجوز بالاول بخلاف الثانی"

النبراس شرح شرح العقائد ص 771

یعنی عقائد کی دو قسمیں ہیں ایک قطعی دوسرا ظنی قطعی کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے جبکہ ظنی کے ثبوت کے لئے دلیل ظنی بھی کافی ہے۔ قطعی کا مطلب جس کی بنیاد پہ ایمان اور کفر کا فیصلہ ہو ماننے والا مسلمان نہ ماننے والا کافر ایسے عقیدے کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی قرآن، حدیث متواتر اور اجماع ضروری ہے۔ اور ظنی کا مطلب جس کی بنیاد پہ اہل السنت اہل بدعت کا فیصلہ ہو ایسے عقیدے کے ثبوت کے لئے دلیل ظنی خبر واحد وغیرہ بھی کافی ہے۔ ہم منکرین حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر نہیں کہتے اس کا معنی یہ عقیدہ ضروریات اہل السنت میں سے ہے جس کے لئے خبر واحد بھی کافی ہے۔

جواب نمبر2:

نیز اس عقیدہ پہ قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع امت بھی موجود ہے۔

سوال نمبر8:

حدیث پاک میں ہے کہ اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناو یعنی فرائض کے علاوہ سنن اور نوافل کا اہتمام کیا کرو تو مطلب جہاں نماز عبادت وغیرہ ہو تو وہ قبرستان نہیں اور جہاں عبادت نہیں وہ قبرستان ہے اور مذکورہ روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں نماز پڑھتے ھیں تو اس کا مطلب وہ قبرستان نہیں۔

جواب:

دونوں احادیث کا مصداق بالکل الگ ہے جس حدیث میں ہے کہ گھروں کو قبرستان نا بناو اس میں گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے اور مراد اس عبادت سے عبادت تکلیفی ہے۔

اور جو قبر میں نماز کا ذکر ہے جس طرح موت کے بعد حیات الگ ہے اسی طرح اس میں کی جانے والی عبادت بھی الگ ہے جو بطور تلذذ ہوتی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

حدیث نمبر2:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَیْتُ وَفِیْ رِوَایَۃِ ہَدَابٍ مَرَرْتُ عَلٰی مُوسٰی لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ عِنْدَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ وَھُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ۔

(صحیح مسلم: ج2ص268 کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام، مسند احمد: ج10ص388 رقم الحدیث12149، سنن النسائی: ج1ص242 کتاب قیام اللیل وتطوع النھار باب ذکر صلوٰۃ نبی اللہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، مسند ابی یعلیٰ: ص643 رقم الحدیث3325، مصنف عبد الرزاق: ج3ص384 باب السلام علی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحیح ابن حبان: ص125 رقم الحدیث49، 50)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب معراج میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سرخ ٹیلے کے قریب سے ہوا، تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

حدیث نمبر3:

عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوحِی حَتّٰی أَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ۔

(سنن ابی داؤد: ج1ص286 کتاب المناسک باب زیارۃ القبور، مسند احمد: ج9ص575 رقم الحدیث1075، مسند اسحاق بن راھویہ: ص204 رقم الحدیث520، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج5 ص245 باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم، شعب الایمان للبیہقی: ج2ص217 باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم رقم الحدیث1581، المعجم الاوسط للطبرانی ج2ص226 رقم الحدیث3092)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب بھی کوئی آدمی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے (یعنی متوجہ کر دیتا ہے) یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

- علامہ ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (م728ھ) مجموع الفتاویٰ: ج27ص55 کتاب الزیارۃ میں فرماتے ہیں:

✪ وَھُوَ حَدِیْثٌ جَیِّدٌ.

ترجمہ: یہ حدیث جید (کھری) ہے۔

- امام تقی الدین سبکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م756ھ) شفاء السقام: ص161 الباب الثانی فیما ورد من الاخبار الخ کے تحت فرماتے ہیں:

✪ ھذا اسناد صحیح۔

ترجمہ: اس کی اسناد صحیح ہے۔

- حافظ ابن کثیر شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م774ھ) تفسیر ابن کثیر: ج3ص674 تحت الآیۃ: ان اللہ و ملئکتہ یصلون میں فرماتے ہیں:

✪ وصححہ النووی فی الاذکار۔

ترجمہ: امام نووی نے اس روایت کو اپنی کتاب "الاذکار" میں صحیح قرار دیا ہے۔

- حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (م852ھ) فتح الباری ج:6 ص:596 کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب

مریم میں اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں:

✪ ورواته ثقات۔

ترجمہ: اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

- علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ (م 911ھ) وفاء الوفاء ج4 ص1349 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ کے تحت فرماتے ہیں:

✪ وروی ابو داود بسند صحیح...... عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعا۔

ترجمہ: امام ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

- علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (م 1122ھ) شرح المواہب للزرقانی: ج8 ص308 میں فرماتے ہیں: باسناد صحیح۔

ترجمہ: یہ روایت سند صحیح کے ساتھ مروی ہے۔

- علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (م 1352ھ) عقیدۃ الاسلام: ص120 میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں: رواتہ ثقات۔

ترجمہ: اس کے راوی ثقہ ہیں۔

- شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م 1369ھ) نے فتح الملہم: ج1 ص330 باب الاسراء برسول اللہ و فرض الصلاۃ میں اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے۔ ورواتہ ثقات

"ردِ روح" کا مطلب:

اس حدیث میں "رد روح" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ فرماتے ہیں اور قوت گویائی عطا فرماتے ہیں۔

اکابرین امت کی چند معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں:

1: علامہ علی بن احمد عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م 1070ھ) السراج المنیر: ج3 ص278 میں فرماتے ہیں:

(الا رد الله علی روحی) ای رد علی نطقی لانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی دائماً و روحہ لا تفارقہ لان الانبیاء احیاء فی قبورھم

ترجمہ: حدیث "إِلاَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِی" میں "ردِ روح" سے مراد قوتِ گویائی کا عطا ہونا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوامی طور پر زندہ ہیں اور آپ علیہ السلام کی روح آپ علیہ السلام سے الگ نہیں ہوتی، اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

2: حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1362ھ) نشر الطیب: ص200 اٹھائیسویں فصل کے تحت فرماتے ہیں:

اس سے حیات میں شبہہ نہ کیا جاوے کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری روح جو ملکوت و جبروت میں مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزول وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی، اس سے افاقہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں، اس کو "ردِ روح" سے تعبیر فرمادیا۔

3: شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م 1377ھ) کے مکتوبات شیخ الاسلام: حصہ اول ص248 میں ہے، آپ فرماتے ہیں:

(الف): ابو داؤد کی روایت میں "رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوحِیْ" فرمایا گیا ہے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلاَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِیْ حَتّٰى

اُسَلِّمَ عَلَیْهِ او کما قال" اگر لفظ "اِلَیَّ رُوْحِیْ" فرمایا گیا ہوتا تو آپ کا شبہ وارد ہوسکتا تھا، "اِلٰی" اور "عَلٰی" کے فرق سے آپ نے ذہول فرمایا، "عَلٰی" استعلاء کے لئے ہے اور "اِلٰی" نہایتِ طرف کے لئے ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا، نہ یہ کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج ہوگئی تھی اور اب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹا گیا ہے، چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدارج قرب و معرفت میں ہر وقت ترقی پزیر ہیں اس لئے توجہ الی اللہ کا انہماک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کمزور کر دیتا ہے، چونکہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہدہ ہوتی ہیں مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعلمین بنایا گیا ہے اس لئے بارگاہِ الوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لئے متعدد مزایا میں ایک مزیت یہ بھی عطاء فرمائی گئی ہے کہ خود سرور کائنات علیہ السلام کو اس استغراق سے منقطع کر کے درود بھیجنے والے کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے متوجہ ہو کر دعا فرماتے ہیں۔

(ب): اگر بالفرض وہی معنی لیے جائیں جو آپ سمجھے ہیں اور "عَلٰی" اور "اِلٰی" میں کوئی فرق نہ کیا جائے تب بھی یہ روایت دوامِ حیات پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اندورونِ نماز اور بیرونِ نماز درود نہ بھیجا جاتا ہو، اس لئے دوامِ حیات لازم آئے گا۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ (م1417ھ) معارف الحدیث: ج5 ص238 ص239 پر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

حدیث کے ظاہری الفاظ "اِلاَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَیَّ رُوْحِی" سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی روح مبارک جسدِ اطہر سے الگ رہتی ہے، جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کے جسدِ اطہر میں روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے تا کہ آپ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔

اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن میں لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ کے لاکھوں کروڑوں امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجتے ہوں، روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے اور عام دنوں میں بھی ان کا شمار ہزاروں سے کم نہیں۔ علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے، اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلّم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔

اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہو سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے، اس بناء پر اکثر شارحین نے "ردِ روح" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہِ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اِذن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اس طرف متوجہ بھی ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پس اس روحانی توجہ والتفات کو "ردِ روح" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

حدیث نمبر 4:

عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَیَّامِکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فِیْہِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِیْہِ قُبِضَ وَفِیْہِ النَّفْخَۃُ وَفِیْہِ الصَّعْقَۃُ فَاَکْثِرُوْا عَلَیَّ مِنَ الصَّلٰوۃِ فِیْہِ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ مَعْرُوْضَۃٌ عَلَیَّ قَالَ قَالُوْا : یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَکَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْکَ وَقَدْ اَرَمْتَ قَالَ: یَقُوْلُوْنَ بَلَیْتَ، فَقَالَ: اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ۔

(سنن ابی داؤد: ج1ص157باب تفریع ابواب الجمعۃ، سنن النسائی: ج1ص204 باب اکثار الصلوٰۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ، سنن ابن ماجۃ: ص76 باب فی فضل الجمعۃ، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج3ص248، 249 باب مایؤمر بہ فی لیلۃ الجمعۃ، مصنف ابن ابی شیبہ: ج2ص516 باب فی ثواب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ، مسند احمد بن حنبل: ج12ص474رقم الحدیث 16107، المستدرک للحاکم: ج1ص569 باب الامر بکثرۃ الصلاۃ فی الجمعۃ رقم الحدیث 1068، صحیح ابن خزیمۃ: ج2ص839 باب فضل الصلاۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ، صحیح ابن حبان: ص350 رقم الحدیث 910)

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے دنوں میں بہتر جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن ان کا انتقال ہوا، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن دوبارہ اٹھنا ہے اس لئے تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ تو ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے ؟! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد حرام کر دیئے ہیں۔ (یعنی زمین ان کو نہیں کھاتی)

فائدہ:

اس حدیث مبارک سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب نبی اکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد عنصری کو درود شریف کے پیش ہونے میں پورا پورا دخل ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسا جسم اطہر ہونا ضروری ہے جس پر درود شریف پیش بھی ہو سکے اور روح کے تعلق کے بغیر یہ ممکن نہیں، کیونکہ بے تعلقِ روح تو یہ محض بے حس اور لاشعور جسم ہو گا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کی حفاظت بھی حیات انبیاء علیہم السلام کی مستقل دلیل ہے۔

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

- امام ابو عبداللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ (م405ھ) المستدرک للحاکم: ج1ص569 باب الامر بکثرۃ الصلاۃ فی الجمعۃ رقم الحدیث1068 میں فرماتے ہیں:

هذا حديث صحيح على شرط البخاری۔

ترجمہ: یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

- امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م676ھ) کتاب الاذکار: ص150 کتاب الصلاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

في سنن أبي داود، والنسائي، وابن ماجة بالأسانيد الصحيحة عن أوس بن أوس رضي الله عنه الخ۔

ترجمہ: سنن ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں صحیح اسانید کے ساتھ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ علیہ سے روایت ہے۔ (آگے وہ روایت لاتے ہیں۔)

- علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبد الہادی الحنبلی (م744ھ) الصارم المنکی: ص184 میں فرماتے ہیں:

عن أوس حديثاً صحيحاً، لأن رواته كلهم مشهورون بالصدق والأمانة والثقة والعدالة، ولذلك صححه جماعة من الحفاظ كأبي حاتم بن حبان، والحافظ عبد الغني المقدسي، وابن دحية وغيرهم، ولم يأت من تكلم فيه وعلله بحجة بينة.

ترجمہ: حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے سارے راوی صدق، امانت، ثقاہت اور عدالت میں مشہور ہیں۔ اسی لئے حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جن میں امام ابن حبان، حافظ عبد الغنی المقدسی اور ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ شامل ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اس حدیث پر حجت اور دلیل سے کلام کیا ہو اور اسے معلل ٹھہرایا ہو۔

- علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م748ھ) نے بھی اس حدیث کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرط پر صحیح مانا ہے۔

(تلخیص علی المستدرک: ج1 ص569 باب الامر بکثرۃ الصلاۃ... رقم الحدیث 1068)

- حافظ محمد بن ابی بکر ابن قیم رحمہ اللہ (م751ھ) جلاء الافہام: ص39 رقم الحدیث 62 کے تحت فرماتے ہیں:

ومن تأمل هذا الإسناد لم يشك في صحته لثقة رواته وشهرتهم وقبول الأئمة أحاديثهم.

ترجمہ: جو شخص بھی اس روایت کی اسناد میں غور کرے گا تو اسے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہو گا کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ اور مشہور ہیں اور ائمہ کرام نے ان کی احادیث کو قبول کیا ہے۔

- حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ (م774ھ) تفسیر ابن کثیر: ج3 ص673 تحت الآیۃ: ان اللہ و ملئکتہ یصلون میں فرماتے ہیں:

وقد صحح هذا الحديث ابن خزيمة وابن حبان والدارقطني، والنووي في الأذكار.

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابن خزیمہ، امام ابن حبان، امام دار قطنی اور امام نووی نے اپنی کتاب "کتاب الاذکار" میں صحیح قرار دیا ہے۔

- حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) فتح الباری: ج11 ص200 باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

وورد الأمر بإكثار الصلاة عليه يوم الجمعة من حديث أوس بن أوس وهو عند احمد وأبي داود وصححه ابن حبان والحاكم.

ترجمہ: حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنے کا ذکر آیا ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

- شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م1052ھ) مدارج النبوۃ: ج2 ص920 میں فرماتے ہیں:

در حدیث صحیح آمدہ است کہ بسیار گوید در روزِ جمعہ درود بر من زیرا کہ صلوٰۃ شما معروض مے گردد بر من ایں جا معلوم مے شود کہ حیات انبیاء حیات جسمی دنیاوی است نہ بمجرد بقائے ارواح۔

ترجمہ: صحیح حدیث میں آیا ہے کہ "جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے دورد بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے"، اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیاوی جسم والی ہے نہ کہ صرف روح کی حیات ہے۔

- شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (م1369ھ) فتح الملہم شرح صحیح مسلم: ج2 ص498 باب ماجاء فی الصلوۃ علی القبر کے تحت رقمطراز ہیں:

وهو حي في قبره الشريف ولحوم الانبياء عليهم السلام حرام على الارض كما ورد به الاثر.

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے جسم زمین پر حرام ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

- امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م1430ھ) تسکین الصدور ص302 پر فرماتے ہیں:

اصول حدیث کے رو سے یہ روایت بھی بالکل صحیح ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

حدیث نمبر5:

عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أكثروا الصلاة على يوم الجمعة. فإنه مشهود تشهده الملائكة. وإن أحدا لن يصلى على إلا عرضت على صلاته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت؟ قال (وبعد الموت. إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء. فنبى الله حى يرزق)۔

(سنن ابن ماجہ: ص118 کتاب الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ وہ حاضری کا دن ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر جو شخص درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ درود پڑھنے سے فارغ ہو جاتا ہے۔ ابو الدرداء نے عرض کیا: وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا: ہاں! وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا، بے شک اللہ تعالی نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھائے، اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق ملتا ہے۔

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

حافظ ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی منذری رحمۃ اللہ علیہ (م656ھ) الترغیب والترہیب: ج2 ص328 الترغیب فی اکثار الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت فرماتے ہیں:

✪ رواه ابن ماجة بإسناد جيد۔

ترجمہ: اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

علامہ ابو حفص سراج الدین عمر بن علي بن أحمد ابن الملقن الشافعي رحمہ اللہ (م804ھ) البدر المنیر: ج5 ص288 تحت الحدیث الخامس بعد الخمسین میں رقم طراز ہیں:

✪ وَإِسْنَادہ حسن۔

ترجمہ: اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) تہذیب التہذیب ج2 ص537 تحت ترجمۃ زید بن ایمن میں رقمطراز ہیں:

✪ رجاله ثقات۔

ترجمہ: اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ سمہودی رحمہ اللہ (م911ھ) وفاء الوفاء: ج4 ص1353 الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ میں فرماتے ہیں:

✪ رواه ابن ماجة بإسناد جيد۔

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ (م 1014ھ) مرقاۃ المفاتیح: ج2 ص112 باب الجمعۃ الفصل الثالث میں فرماتے ہیں:

✪ بإسناد جيد نقله ميرك عن المنذري وله طرق كثيرة۔

ترجمہ: اس کی سند جید ہے، مشہور محدث میرک نے اس روایت کو علامہ منذری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے اور اس کے بہت سے طرق ہیں۔

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمہ اللہ (م1070ھ) السراج المنیر: ج1 ص290 میں فرماتے ہیں:

✪ ورجاله ثقات۔

ترجمہ: اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

قاضی محمد بن علی شوکانی (م1250ھ) نیل الاوطار: ج3 ص263 باب فضل یوم الجمعۃ وذکر ساعۃ الاجابۃ میں لکھتے ہیں:

✪ وقد أخرج ابن ماجة بإسناد جيد۔

ترجمہ: اس روایت کو امام ابن ماجہ نے جید سند سے روایت کیا ہے۔:

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ (م1122ھ) شرح المواھب اللدنیۃ: ج5 ص336 میں فرماتے ہیں:

✪ رواه ابن ماجة برجال ثقات۔

ترجمہ: ابن ماجہ نے اس حدیث کو ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔

علامہ محمد بن عبد الہادی سندھی رحمہ اللہ (م1138ھ) شرح سنن ابن ماجۃ: ج3 ص310 تحت رقم الحدیث 1627 میں فرماتے ہیں:

✪ هَذَا الْحَدِيث صَحِيح۔

ترجمہ: یہ حدیث صحیح ہے۔

- شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد (م1329ھ) شاگرد سید نذیر حسین دہلوی غیر مقلد عون المعبود شرح سنن ابی داؤد: ج1 ص261 باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ کے تحت لکھتے ہیں:

رواه ابن ماجة بإسناد جيد وله طرق كثيرة۔

ترجمہ: اس روایت کو ابن ماجہ نے جیّد اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کے طرق بہت زیادہ ہیں۔

- امام اہل السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م1430ھ) تسکین الصدور: ص319 میں فرماتے ہیں:

"اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند جیّد اور کھری ہے اور محدثین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کا جمّ غفیر جیّد کہہ کر اس کی تصحیح کرتا ہے۔"

حدیث نمبر6:

عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِيَ السَّلَامَ۔

(سنن النسائی: ج1 ص189 باب التسلیم علی النبی ﷺ، مسند احمد: ج3 ص536 رقم الحدیث 3666، مصنف ابن ابی شیبہ ج6 ص44 باب فی ثواب الصلاۃ علی النبی ﷺ، مشکوٰۃ المصابیح: ص86 باب الصلاۃ علی النبی، الخصائص الکبریٰ: ج2 ص489 باب حیاتہ ﷺ فی قبرہ، المستدرک للحاکم: ج3 ص197 فضائل الصلاۃ علی النبی، مصنف عبد الرزاق ج2 ص141 باب الصلاۃ علی النبی ﷺ، صحیح ابن حبان ص351 رقم الحدیث 914، مسند ابی یعلیٰ موصلی ص951 رقم الحدیث 5210)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

امام ابو عبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (م405ھ) اپنی کتاب المستدرک علی الصحیحین: ج3 ص197 فضائل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت اس حدیث کو نقل کرکے فرماتے ہیں:

✪ صحيح الإسناد۔

ترجمہ: اس روایت کی سند صحیح ہے۔

علامہ محمد بن احمد ابن عبد الہادی رحمۃ اللہ علیہ (م744ھ) اپنی کتاب الصارم المنکی: ص202 فرماتے ہیں:

✪ رواہ النسائی وإسماعیل القاضی وغیرھما من طرق مختلفة بأسانید صحیحة۔

ترجمہ: اس روایت کو امام نسائی اور اسماعیل القاضی نے مختلف طرق سے صحیح اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (م748ھ) نے بھی اپنی کتاب تلخیص علی المستدرک: ج3 ص197 فضائل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت صحیح قرار دیا ہے۔

✪ صحیح

علامہ نور الدین ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م807ھ) اپنی کتاب مجمع الزوائد: ج8 ص595 باب مایحصل لامتہ من استغفارہ بعد وفاتہ کے تحت فرماتے ہیں:

✪ رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح۔

ترجمہ: امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

امام محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م902ھ) القول البدیع: ص159 الباب الرابع کے تحت رقمطراز ہیں:

✪ رواہ احمد و النسائی و الدارمی و ابو نعیم و البیہقی و الخلعی و ابن حبان و الحاکم فی صحیحھما وقال صحیح الاسناد۔

ترجمہ: امام احمد، امام نسائی، امام دارمی، امام ابو نعیم، امام بیہقی، امام خلعی نے اس حدیث کو روایت کیا اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس روایت کو اپنی اپنی "صحیح" میں ذکر کیا ہے اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمۃ اللہ علیہ (م1070ھ) السراج المنیر ج1 ص518 میں فرماتے ہیں:

✪ حدیث صحیح۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (م1239ھ) اپنے فتاوی عزیزی: ج2 ص29 میں فرماتے ہیں:

✪ نزد احمد ونسائی ہر آئینہ خدائے رافرشتگانند سیر کنندگان در زمین میر سانند مراازامت من سلام راوبتواتر رسیدہ ایں معنی الخ

ترجمہ: امام احمد اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین پر سیر کرتے ہیں اور مجھے میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں" اور یہ مضمون متواتر طور پر ثابت ہے۔

حدیث نمبر7:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ"

(مشکوٰۃ المصابیح: ص87 باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا الفصل الثالث، شعب الایمان للبیہقی: ج2 ص218 باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واجلالہ و توقیرہ، جلاء الافہام لابن القیم: ص22، القول البدیع للسخاوی: ص160 الباب الرابع، حیات الانبیاء للبیہقی: ص104، کتاب ثواب الاعمال لابی الشیخ الاصبہانی بحوالہ فتح الباری: ج13 ص279)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (م852ھ) فتح الباری ج:6ص: 595 کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذ کر فی الکتاب مریم کے تحت فرماتے ہیں:

✪ واخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید۔

ترجمہ: محدث ابو الشیخ اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے عمدہ سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج کی ہے۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ (م902ھ) نے القول البدیع: ص160 الباب الرابع میں اس کی سند کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (م1014ھ) المرقاۃ شرح مشکوٰۃ: ج4ص22 باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا کے تحت فرماتے ہیں:

✪ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید

ترجمہ: ابو الشیخ اصبہانی اور ابن حبان نے اس حدیث کو سند جید سے نقل فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی (م1369ھ) نے اس حدیث کے متعلق فتح الملہم: ج1ص330 باب الاسراء برسول اللہ و فرض الصلاۃ الخ میں فرمایاہے:

✪ سندہ جیّد

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد (1307ھ) اس روایت کو اپنی کتاب "دلیل الطالب" کے ص844 میں لائے ہیں اور اس کی تحسین فرمائی ہے۔

مولانا غلام اللہ خان (1400ھ) فرماتے ہیں: اس حدیث کی جو سند سدّی صغیر پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: قال میرك نقلاً عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید۔

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص48 اکتوبر1967ء)

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ (م1430ھ) تسکین الصدور: ص328 میں فرماتے ہیں: ان اکابر محدثین کے (جن میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جن کی تقریب اور تہذیب پر آج رواۃ کی توثیق وتضعیف کا مدار ہے) بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ روایت جید اور صحیح ہے۔

حدیث نمبر8:

عن عطاء مولى أم حبيبة قال: سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ليهبطن عيسى ابن مريم حكما عدلا وإماما مقسطا وليسلكن فجا حاجا أو معتمرا أو بنيتهما وليأتين قبري حتى يسلم عليّ ولأردن عليه يقول أبو هريرة: أي بني أخي إن رأيتموه فقولوا أبو هريرة يقرئك السلام۔

(المستدرک للحاکم: ج3ص489، 490 ذکر نبی اللہ وروحہ عیسی بن مریم، مسند ابی یعلی: ص49 رقم الحدیث 6577، مجمع الزوائد: ج8ص387 باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، الخصائص الکبریٰ: ج2ص490 باب حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الخ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ضرور عادل،

فیصلہ کرنے والے، منصف حکمران بن کر اتریں گے اور وہ اس گلی میں سے حج کرتے یا عمرہ کرتے یا ان دونوں کی نیت سے گزریں گے اور وہ میری قبر پر آئیں گے اور مجھے سلام کریں گے، میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے میرے بھتیجو! اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے کہیے گا: ابوھریرہ آپ کو سلام کہہ رہے تھے۔

فائدہ:

اس صحیح روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر اقدس میں زندہ ہونا، صلوۃ وسلام کا سماع فرمانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا بھی ثابت ہے، اس کا انکار کرنا حدیث کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔

تصحیح حدیث:

اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

امام ابوعبد اللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ (م405ھ) اسے اپنی کتاب المستدرک: ج3 ص489، 490 میں ذکر نبی اللہ وروحہ عیسی بن مریم کے تحت نقل فرماتے ہیں:

✪ هذا حديث صحيح الإسناد۔

علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (م748ھ) بھی تلخیص علی المستدرک ج3 ص489، 490 میں ذکر نبی اللہ وروحہ عیسی بن مریم کے تحت اسے صحیح کہتے ہیں۔

علامہ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ (م807ھ) اپنی کتاب مجمع الزوائد: ج8 ص387 باب ذکر الانبیاء علیہم السلام میں فرماتے ہیں:

✪ رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح۔

ترجمہ: اس روایت کو امام ابو یعلی نے نقل کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ (م911ھ) نے الجامع الصغیر: ج2 ص260 رقم الحدیث 7742 کے تحت اس کو صحیح فرمایا ہے۔